بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرونا

جیسے وبائی امراض تاریخ کے آئینے میں

پیشکش: صدائے قلب

21 مارچ 2020ء

قارئین محترم! آپ نے کرونا کے حوالے سے کئی ویڈیوز دیکھی اور تحریرات پڑھی ہوں گی، لیکن ابھی تک آپ پر یہ واضح نہیں ہوا ہو گا کہ یہ بیماری کیوں آئی اور کیسے جائے گی؟ معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ہم اس سنگین مسئلہ میں شریعت کو پس پشت ڈال کر اس کرونا کی مصیبت کو سائنس اور میڈیا کے سپرد کر کے آرام سے گھر بیٹھ کر ٹی۔وی اور فلمیں ڈرامے دیکھنے کے مصروف ہیں۔ میڈیا میں دین صرف اس حد تک رہ گیا ہے کہ ان حالات میں مسجد جانا چاہیے یا نہیں؟ میڈیا تاریخی واقعات کی روشنی میں وہ طریقے بتانے سے عاجز ہے جس سے کرونا جیسے امراض ختم ہو سکتے ہیں۔

اگر آپ تھوڑا سا وقت نکال کر یہ مکمل آرٹیکل پڑھ لیں گے تو کرونا اور اس جیسے دیگر وبائی امراض سے خلاصی پانے کا نسخہ مل جائے گا اور تاریخی و شرعی معلومات بھی حاصل ہو نگی۔

سب سے پہلے آپ کے سامنے چند تاریخی واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن میں وبائی امراض سے ہلاکتیں ہوئیں اور لوگوں کا طرز عمل کیا تھا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں سب سے پہلی مرتبہ طاعون جیسی خطرناک وبا "عمواس" جو بیت المقدس کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی اس میں پھیلی، جس میں تین دنوں کے اندر ستر ہزار لوگ مارے گئے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد8، صفحہ3411، دار الفکر، بیروت)

تاریخ ابن الوردی میں عمر بن مظفر فوارس لکھتے ہیں: "ازبک کے شہروں میں پھیلنے والی وبا واقع ہوئی اور اس نے شہر اور گاؤں لوگوں سے خالی کر دیے (یعنی کثیر اموات ہوئیں) پھر یہ وبا "قرم" شہر پہنچی، یہاں تک کہ ایک دن میں ہزار جنازے نکلے پھر یہ وبا "روم" پہنچی اور کثیر لوگ مر گئے۔ قاضی قرم نے کہا کہ ہم نے شمار کیا کہ جو وبا سے مرے ہیں وہ پچاسی ہزار تھے۔" (تاریخ ابن الوردي، جلد2، صفحہ333، دار الكتب العلمية، بيروت)

النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ میں یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ ظاہری حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 874ھ سنہ 833 ہجری کی تاریخ کے متعلق لکھتے ہیں: "طاعون بحیرہ اور غربیہ میں واقع ہوا، ایک محلہ میں سے جو لوگ مرے ان کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ ہے۔ پھر یہ طاعون غزہ، قدس، صفد، دمشق میں واقع ہوا اور مرنے والے کی تعداد میں یوں اضافہ ہوا کہ ہر دن پندرہ سو افراد مرے۔ پھر یہ طاعون مصر کے شہروں میں ربیع الاول کے

شروع کے مہینے میں ہوا اور یہ طاعون فنائے عظیم تھا۔ پھر جب جمادی الاولیٰ کی جمعرات آئی تو قاہرہ میں اعلان کیا گیا کہ تین دن روزے رکھے جائیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ قاضی علم دین صالح بلقینی صحرا کی طرف قاہرہ سے باہر نکلے اور لوگوں میں وعظ کیا۔ لوگوں نے اپنی دعاؤں میں عاجزو انکساری کے ساتھ خوب آہ و بکا کی۔(زندہ لوگوں کی تعداد اس قدر کم تھی کہ) ایک وقت میں چالیس پچاس جنازے اکٹھے پڑھے جاتے تھے اور جنازہ پڑھنے والوں کی فقط ایک صف ہوتی تھی۔ ہر کسی کی سواری اور کاموں میں متوجہ نہیں تھی سوائے مرنے والوں کے جنازہ پڑھنے اور پانچ وقت کی نماز پڑھنے میں اور لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گڑگڑاتے تھے۔ بڑے بڑے امراء کے لیے جنازے کی چارپائی نہیں مل رہی تھی اور لوگ ہاتھوں پر جنازوں کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ پھر جمادی الآخر میں ایک دن میں باب نصر کے پاس آٹھ سو سے زائد جنازے پڑھے گئے پھر قاہرہ کے دوسرے دروازوں میں بارہ ہزار تین سو جنازے پڑھے گئے۔ (ملخص النجوم الزاهرة في ملوک مصر والقاهرة، 14، صفحہ 337، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر)

شذرات الذهب فی اخبار من ذهب میں عبد الحی بن احمد بن محمد ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 1089ھ لکھتے ہیں: ”بخاریٰ کی کتاب میں ہے کہ ان کے شہروں میں کوئی وبا واقع ہوئی یہاں تک کہ ایک دن میں آٹھ ہزار جنازے نکلے۔ اس کتاب میں میں مرنے والوں کی جو تعداد شمار کی گئی وہ دس لاکھ پچاس ہزار چھ سو تھی۔ بازار اور گھر خالی ہو گئے۔ وبا آذربیجان، واسط اور کوفہ میں واقع ہوئی۔ ایک ہی گڑھا کھود کر اس میں بیس و تیس افراد دفن کیے جاتے۔ لوگوں کی موت کا ایک سبب بھوک تھا۔ آدمی روٹی کے عوض اپنی زمین بیچتا اور روٹی کھاتے ہی مر جاتا تھا۔ تمام لوگوں نے توبہ کی، شرابوں کو بہا دیا، گانے باجے کے آلات توڑ دیے اور اپنے اموال میں سے قیمتی چیزیں صدقہ کیں اور مساجد کو لازم کر لیا۔ جو کوئی عورت سے صحبت کرتا دونوں ہی فوراً مر جاتے۔ لوگ ایک مریض کے پاس آئے جو سات ایام سے نزع کے عالم میں تھا کہ اس کی جان نہیں نکل رہی تھی، اس مریض نے اپنی انگلی سے گھر کی کسی حصے کی طرف اشارہ کیا، جب اس جانب پڑی شراب کو پھینکا تو اس کی روح پرواز کی۔ ایک شخص جو مسجد ہی میں رہتا تھا وہ مرا تو پچاس ہزار درہم چھوڑ گیا لیکن کسی نے بھی ان پیسوں کا نہ لیا اور یونہی پیسے چھوڑ گئے۔“

(شذرات الذهب في أخبار من ذهب، جلد 5، صفحہ 208، دار ابن كثير، بيروت)

تاریخ الاسلام میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 748ھ لکھتے ہیں: "پہلے طاعون بصرہ شہر میں آئی اور ہر دن تقریباً ستر ہزار لوگ مرتے تھے۔ بصرہ شہر میں لوگ کم رہ گئے اور مرنے والے کی تجہیز و تکفین سے عاجز آ گئے۔ امیر بصرہ فوت ہوا تو سوائے چار لوگوں کے اور کوئی شخص ملا نہیں جو اس کا جنازہ اٹھا لیتا۔ صدقہ بن عامر مازنی کے ایک دن میں سات بیٹے فوت ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ میں مسلمان ہوں مسلمان ہوں (یعنی اللہ عزوجل سے شکوہ نہ کیا۔) جب جمعہ والے دن ابن عامر خطبہ کے لیے گئے تو مسجد میں سوائے سات افراد اور ایک عورت کے کوئی نہ تھا: خطیب نے کہا: کیا وجہ ہوئی یعنی لوگ کہاں گئے؟ عورت نے کہا: مٹی کے نیچے۔ یعنی قبروں میں چلے گئے۔

(تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام، جلد2، سفحه616، دار الغرب الإسلامي)

النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ میں یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ ظاہری حنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 874ھ لکھتے ہیں: "وبا کی ابتدا گرمی کے شروع 749 ہجری ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی۔ مُردوں سے راستے بھر گئے۔ گھروں میں رہنے والے افراد، مویشی مر گئے۔ مسجدیں کپڑوں سے بھر گئیں (یعنی لوگ مساجد میں صدقہ کے لیے کپڑے دے جاتے تھے) اور ہوٹل اور دوکانیں مردوں سے بھر گئیں۔ کوئی موذن زندہ نہ رہا۔ کتے مُردوں کو کھاتے تھے۔ جب وبا روم میں آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی جو لوگوں پر مصیبت آئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ لوگوں سے کہو کہ سورۃ نوح کی تین ہزار تین سو تیس مرتبہ تلاوت کریں اور اللہ عزوجل سے اس وبا کے ختم ہونے کا سوال کریں۔ لوگ مساجد میں جمع ہوئے اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر عمل کیا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں گڑگڑائے، اپنے گناہوں سے توبہ کی، غریبوں کے لیے کثیر گائیں، بکریاں ذبح کیں۔ سات دن تک یہ کرتے رہے تو دن بدن وبا کم ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ ختم ہو گئی۔

(النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، جلد10، صفحه203، وزارة الثقافة والإرشاد القومي، دار الكتب، مصر)

ان تاریخی واقعات سے چند باتیں سیکھنے کو ملیں:

☆پہلے ادوار میں بھی طاعون اور اس جیسی خطرناک وبائیں عام ہوتی تھیں۔

☆لوگ اپنے عزیزوں اور مسلمانوں کو بے گوروکفن نہیں چھوڑتے تھے بلکہ سخت مشقت کے باوجود غسل و کفن اور تدفین کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ لہٰذا کرونا کے مرض میں اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اس بیچارے کو بغیر غسل و جنازہ کے دفن کر دینا جائز نہیں بلکہ جتنی بھی احتیاطیں تدابیر ہو سکتی ہیں، اس کو اپناتے ہوئے اس کو غسل دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھی جائے۔

طاعون ایسی خطرناک اور عزیت ناک بیماری ہے کہ اس میں اونٹ کے غدود کی طرح گلٹی بغلوں اور نرم جگھوں میں نکلتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے طاعون کے متعلق فرمایا کہ یہ میری امت کے لئے شہادت ہے۔ جو اس میں مرے شہید مرے اور جو ٹھہرے وہ راہ خدا میں سرحد کفار پر بانتظار جہاد اقامت کرنے والے کی مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہو۔یعنی طاعون کے ڈر سے بھاگنے کا گناہ جہاد کے میدان سے بھاگنے کے برابر قرار دیا گیا۔ جس جگہ طاعون کی وبا عام ہو وہاں سے بھاگنے کے حرام ہونے کی ایک حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جو اس مرض میں مرنے والے ہوں گے ان کا کفن و دفن کون کرے گا؟ **فتاویٰ رضویہ** میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”جن حکمتوں کی بنا پر حکیم کریم رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے طاعون سے فرار حرام فرمایا، ان میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے، بیمار ضائع رہ جائیں گے، ان کا کوئی تیماردار ہو گا نہ خبر گیراں، پھر جو مریں گے ان کی تجہیز و تکفین کون کرے گا، جس طرح خود آج کل ہمارے شہر اور گردونواح کے ہنود میں مشہور ہو رہا ہے کہ اولاد کو ماں باپ، ماں باپ کو اولاد نے چھوڑ کر اپنا راستہ لیا، بڑوں بڑوں کی لاشیں مزدوروں نے ٹھیلے پر ڈال کر جہنم پہنچائیں، اگر شرع مطہر مسلمانوں کو بھی بھاگنے کا حکم دیتی تو معاذاللہ یہی بے بسی بیکسی ان کے مریضوں میتوں کو بھی گھیرتی جسے شرع قطعاً حرام فرماتی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد24، صفحہ303، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

یاد رہے کہ اسلام احتیاطی تدابیر کی نفی نہیں کرتا لیکن یہ نظریہ بلکہ واضح ہے کہ کسی کی مریض کی بیماری اڑ کو تندرست کو نہیں لگتی، بلکہ جس کی قسمت میں بیمار ہونا لکھا ہو وہ مریض ہو کر ہی رہتا ہے چاہے جتنی مرضی احتیاط کر لے۔ کرونا والے مسئلہ میں بھی ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ کرونا کے مریض کے چھونے سے تندرست شخص بھی مریض ہو جائے گا بلکہ اگر اس کی قوت مدافعت مضبوط ہو گی تو کچھ نہیں ہو گا، تو یہ قوت مدافعت

در حقیقت قسمت ہی ہے۔ اگر آج ہم کرونا کے خوف سے دوسرے مسلمانوں کو بے غسل وجنازہ چھوڑ دیں گے تو کل اگر خدانخواستہ ہم اسی مرض میں مرگئے تو دوسرے مسلمان ہم کو بھی بے گوروکفن چھوڑ دیں گے۔ اس لیے ہمیں اپنے اوپر خوف مسلط نہیں کرنا چاہیے بلکہ احتیاط کے ساتھ ساتھ تقدیر پر ایمان رکھنا چاہیے۔ **عجائب القرآن** میں **روح البیان** کے حوالے سے لکھا ہے: "منقول ہے کہ بنوامیہ کا بادشاہ عبدالملک بن مروان جب ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو موت کے ڈر سے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے شہر سے بھاگ نکلا اور ساتھ میں اپنے خاص غلام اور کچھ فوج بھی لے لی اور وہ طاعون کے ڈر سے اس قدر خائف اور ہراساں تھا کہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتا تھا بلکہ گھوڑے کی پشت پر سوتا تھا۔ دورانِ سفر ایک رات اس کو نیند نہیں آئی۔ تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم مجھے کوئی قصہ سناؤ۔ تو ہوشیار غلام نے بادشاہ کو نصیحت کرنے کا موقع پاکر یہ قصہ سنایا کہ ایک لومڑی اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایک شیر کی خدمت گزاری کیا کرتی تھی تو کوئی درندہ شیر کی ہیبت کی وجہ سے لومڑی کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور لومڑی نہایت ہی بے خوفی اور اطمینان سے شیر کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی۔ اچانک ایک دن ایک عقاب لومڑی پر جھپٹا تو لومڑی بھاگ کر شیر کے پاس چلی گئی۔ اور شیر نے اس کو اپنی پیٹھ پر بٹھالیا۔ عقاب دوبارہ جھپٹا اور لومڑی کو شیر کی پیٹھ پر سے اپنے چنگل میں دبا کر اڑ گیا۔ لومڑی چلا چلا کر شیر سے فریاد کرنے لگی تو شیر نے کہا کہ اے لومڑی! میں زمین پر رہنے والے درندوں سے تیری حفاظت کر سکتا ہوں لیکن آسمان کی طرف سے حملہ کرنے والوں سے میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ یہ قصہ سن کر عبدالملک بادشاہ کو بڑی عبرت حاصل ہوئی اور اس کی سمجھ میں آگیا کہ میری فوج ان دشمنوں سے تو میری حفاظت کر سکتی ہے جو زمین پر رہتے ہیں مگر جو بلائیں اور وبائیں آسمان سے مجھ پر حملہ آور ہوں، ان سے مجھ کو نہ میری بادشاہی بچا سکتی ہے نہ میرا خزانہ اور نہ میرا لشکر میری حفاظت کر سکتا ہے۔ آسمانی بلاؤں سے بچانے والا تو بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچ کر عبدالملک بادشاہ کے دل سے طاعون کا خوف جاتا رہا اور وہ رضاء الٰہی پر راضی رہ کر سکون واطمینان کے ساتھ اپنے شاہی محل میں رہنے لگا۔"

(عجائب القرآن، صفحہ 45، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

☆ ان تاریخی واقعات سے یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ وبا پھیلنے پر ہماری طرح گھروں میں محصور رہ کر انٹرٹیمنٹ میں مشغول نہیں رہتے تھے بلکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اللہ عزوجل کی ذکر کی طرف لگ جاتے تھے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ کرونا جیسی مصیبتیں ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں بالخصوص بے حیائی اور زنا کے عام ہونے پر خطرناک قسم کی بیماریاں عام ہونے پر احادیث موجود ہیں۔**سنن ابن ماجہ** میں امام ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 273ھ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اے گروہ مہاجرین! جب تم پانچ خصلتوں میں مبتلا کردیئے جاؤ اور میں اللہ عزوجل سے تمہارے اِن میں مبتلا ہونے سے پناہ مانگتا ہوں: (۱) جب کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوئی اور انہوں نے اعلانیہ اس کا اِرتکاب کیا تو ان میں **طاعون اور ایسی بیماری پھیل گئی جو ان کے پہلے لوگوں میں نہ تھی**۔ (۲) انہوں نے ماپ تول میں کمی کی تو قحط سالی میں مبتلا ہوگئے اور سخت بوجھ اور بادشاہ کے ظلم کا شکار ہوگئے (۳) انہوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دی تو آسمان سے بارش روک دی گئی اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی (۴) انہوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عہد توڑا تو اللہ عزوجل نے ان پر دشمن مُسلّط کردیئے جنہوں نے ان سے وہ سب لے لیا جو کچھ ان کے قبضہ میں تھا اور (۵) ان کے حکمرانوں نے اللہ عزوجل کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کیا اور اللہ عزوجل کے قانون میں سے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا تو اللہ عزوجل نے اُن کے درمیان اختلاف پیدا کردیا۔"

(سنن ابن ماجة، ابواب الفتن، باب العقوبات ،جلد2،صفحہ1332،حدیث4019، دار إحیاء الکتب العربیة - فیصل عیسی البابي الحلبي)

☆ ان ادوار میں وبا کے وقت خوب صدقہ وخیرات کی جاتی تھی اور صدقہ میں وہ چیز دی جاتی جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی تھی جیسے لوگ بھوکے مر رہے ہوتے تو ان کو کھانے کے لیے دیتے تھے۔

احادیث میں صدقہ و خیرات کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور اس کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں کہ صدقہ بلائیں ٹالتا ہے، بُری موت سے بچاتا ہے، رب تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا ہے۔ سابقہ مسلمانوں کا وباؤں کے زمانہ میں یہی طریقہ رہا ہے۔ **فتاویٰ رضویہ** میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا:"

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ کوئی بلاد میں **ہیضہ، چیچک، و قحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلا کے واسطے** جمیع محلہ والے مل کر فی سبیل اللہ اپنی اپنی حسب استطاعت چاول، گیہوں و پیسہ وغیرہ اٹھا کر کھانا پکاتے ہیں اور مولویوں اور ملاؤں کو بھی دعوت کر کے ان لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں اور جمیع محلہ دار بھی کھاتے ہیں، آیا اس صورت میں محلہ دار کو طعام مطبوخہ کا کھانا جائز ہو گا یا نہ؟ طعام مطبوخہ کھانے کے لئے مانع و غیر مانع پر کیا حکم دیا جاتا ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو تا کہ اجر پاؤ۔)"

جوابا فرماتے ہیں: "نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین و فقراء بھی کھائیں گے، علماء و صلحاء بھی عزیز و رشتہ دار بھی قریب و اہل جوار بھی تو اس میں بعد و ابواب جنت آٹھ خوبیاں ہیں:

(۱) فضیلت صدقہ (۲) خدمت صلحاء (۳) صلہ رحم (۴) مواساۃ جار

(۵) سلوک نیک سے مسلمانوں خصوصا غرباء کا دل خوش کرنا (۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔ (۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا (۸) مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیت صالحہ ہوں باذن اللہ تعالیٰ رضائے خدا عفو و خطاء و دفع بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وباء، ہر مصیبت و بلا گناہ کے سبب آتی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد23، صفحہ135، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایسی بیماری جس کا کوئی علاج نہ ہو (جیسا کہ اس وقت کرونا بیماری کی دوا کوئی نہیں) اس کا علاج بھی شرع میں صدقہ ہے اور ایسی چیز صدقہ کرنا ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہو۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہمارے استاد ابو عبد اللہ حاکم کے منہ پر پھوڑے نکلے، طرح طرح کے علاج کئے نہ گئے، قریب ایک سال کے اس حال میں گزرا انھوں نے ایک جمعہ کو امام استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ان کی مجلس میں دعا کی درخواست کی۔ امام نے دعا فرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی، دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابو عبد اللہ حاکم کے لئے دعا میں کوشش کی میں خواب میں جمال جہاں آرائے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئی گویا مجھے ارشاد فرماتے ہیں "قُولِی لِأَبِی عَبْدِ اللهِ یُوَسِّعُ الْمَاءَ عَلَى الْمُسْلِمِینَ" ترجمہ: ابو عبد اللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں میں وہ

رقعہ اپنے استاد حاکم کے پاس لے گیا انھوں نے اپنے دروازے پر ایک سقایہ بنانے کا حکم دیا۔ جب بن چکا اس میں پانی بھروادیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفاء ظاہر ہوئی، پھوڑے جاتے رہے، چہرہ اس اچھے سے اچھے حال پر ہو گیا جیسا کبھی نہ تھا۔ اس کے بعد برسوں زندہ رہے۔"

(شعب الایمان، جلد5، صفحہ69، تحت حدیث 3109، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اس وقت اگر ہم مسلمانوں کو کرونا سے بچنا ہے یا خدانخواستہ کوئی اس مرض میں مبتلا ہے تو سب کو چاہیے کہ اچھی وقیمتی چیز صدقہ کریں جس کی لوگوں کو حاجت ہو۔ جو غریب ہیں ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تو ان کو کھانا پیش کریں۔ عام حالات میں پیسے صدقہ کرنا افضل ہے لیکن جب قحط ہو کہ لوگوں کو کھانے کے لیے کچھ نہ مل رہا ہو اس وقت کھانا دینا افضل ہے۔ **در مختار** میں ہے: "مفتی بہ مذہب کے مطابق قیمت یعنی دراھم کا ادا کرنا عین شے سے افضل ہے جوہرہ۔ اور بحر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ عام حالات یعنی آسانی کے وقت ہے اگر کسی وقت شدت اور قحط ہو تو عین شئ کا دینا افضل ہو گا۔" (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الصدقۃ الفطر، جلد2، صفحہ366، دار الفکر، بیروت)

اس وقت ہم سب کو مل کر ایک دوسری کی خیر خواہی کرنا ہو گی۔ تاجر طبقہ کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ان حالات میں مسلمانوں کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چیزیں مہنگی بیچنا مناسب نہیں۔ یونہی لوگوں کی ضروری چیزوں کو ذخیرہ کر لینا تاکہ جب قحط پڑے تو مہنگی بیچی جائیں یہ جائز نہیں۔ **ردالمحتار** میں ہے: "مہنگائی اور قحط سالی کے انتظار میں غلہ کو روک رکھنے سے گنہگار ہو ا کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے بدخواہی ہے۔"

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد6، صفحہ399، دار الفکر، بیروت)

آئیں ہم سب مل کر اچھی اچھی نیتیں کرتے ہیں کہ اس نازک صورت میں ہم مسلمانوں کی جس قدر ہو سکے خیر خواہی کریں گے۔ اس اچھی نیت کا بھی بہت ثواب ہے۔ مکاشفۃ القلوب میں ہے: "بنی اسرائیل پر سخت قحط کا زمانہ تھا، ایک عابد کا ریت کے ٹیلے سے گزر ہوا تو اس کے دل میں خیال آیا کاش یہ ریت کا ٹیلہ آٹے کا ٹیلہ ہوتا اور میں اس سے بنی اسرائیل کے پیٹ بھرواتا، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی کی طرف وحی بھیجی، میرے اس بندہ سے کہدو کہ تجھے اِس ٹیلے کے برابر بنی اسرائیل کو آٹا کھلانے سے جتنا ثواب ملتا ہم نے تمہاری اس نیت کی بدولت ہی اتنا ثواب دے دیا ہے، اسی لئے فرمانِ نبوی ہے، مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔"

(مکاشفۃ القلوب، صفحہ126، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کرونا اور دیگر امراض سے بچنے کی دعا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ (یعنی کرونا، ایڈز، ٹی۔بی وغیرہ کے مریض) کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے گا وہ اُس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دُعا یہ ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا'' ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے اس سے بچایا جس میں تُو مبتلا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں سے کثیر لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا رای مبتلی، جلد 5، صفحہ 370، حدیث 3431، دار الغرب الاسلامی، بیروت)